جناب قاری عبدالستار حماد

قسط نمبر ۸

عصمتِ انبیاء علیہم السلام

خلاصۃ المباحث:

گذشتہ صفحات میں بیان شدہ حقائق کی روشنی میں اب ہم خلاصہ کے طور پر چند اصولی باتوں کا تذکرہ کرتے ہیں جو آئندہ ہمیں "دفعیہ اعتراضات" کے لئے ہتھیار کا کام دیں گی۔

(ا) انسان کو اگرچہ ہر قسم کا شرف اور ہر طرح کی جلالت و بزرگی نصیب ہوئی ہے تاہم اسکی خلقی اور طبعی کمزوری اپنی جگہ اسی طرح قائم رہتی ہے اور بشریت کا وہ نقص پھر بھی باقی رہتا ہے جس کی وجہ سے بڑے بڑے جگادری قسم کے "اولوالعزم" حضرات شیطان کے دامِ تزویر میں پھنس جاتے ہیں۔

(ب) ہم سابقہ صفحات میں تفصیلاً بیان کر آئے ہیں کہ معصیت عمداً اور دانستہ خلافِ شرع کام کرنے کو کہتے ہیں اور عصمت کی تعریف بھی بیان کر دی ہے کہ وہ ایک ایسی قوتِ نفسانی ہے جو انسان کو گناہ سے روکتی ہے اور یہ کہ وہ گناہوں کے نقصانات، اور طاعات کے فوائد معلوم کرنے پر موقوف ہے اور حضرات انبیاء کرام سے جو کام سہواً سرزد ہو جاتا ہے، اس پر مسلسل وحی آنے سے یہ قوت اور پختہ ہو جاتی ہے۔ اعتراض ہونے یا ترکِ اولیٰ پر وعید و عتاب آنے سے یہ ملکہ اپنے منتہیٰ کو پہنچ جاتا ہے۔

مندرجہ بالا تعریف عصمت میں "سہو و نسیان" یا "ترکِ اولیٰ" کو منافی عصمت نہیں سمجھا گیا۔ بنا بریں درج ذیل شقیں معصیت سے خارج ہو جاتی ہیں اور ان کے ارتکاب سے

دائرۂ معصومیت سے نکل کر معصیت میں داخل ہونا لازم نہیں آتا۔

۱۔ سہو اور نسیان معصیت سے خارج ہے کیونکہ معصیت نام ہے دانستہ خلاف ورزی کرنے کا اور اس میں عمد اور ارادہ نہیں پایا گیا۔ اس کے علاوہ سہو و نسیان سے کلی طور پر محفوظ رہنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ خدا تعالیٰ کا یہ اصول بھی ہے کہ:

"لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا"

"کسی جاندار کو اس کی برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی"

اس لئے سہو و نسیان قابلِ گرفت اور گناہ نہیں۔ دعا کے الفاظ "ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا" کے بھی یہی معنی ہیں، اسی لئے اس کی تعلیم دی گئی ہے۔ نیز حدیث میں ہے کہ:

"ان اللہ تجاوز عن امتی الخطا والنسیان وما استکرہ علیہ"

یعنی خطا و نسیان یا اضطراری حالت میں جو کام بھی سرزد ہو جائے، اس سے اللہ تعالیٰ درگذر فرما دیتے ہیں۔"

لہٰذا بھول چوک عصمت کے منافی نہیں۔

۲۔ عربی زبان میں یہ مقولہ مشہور ہے کہ:

"حسنات الابرار سیأات المقربین"

اس قاعدہ کی بنا پر بعض "برگزیدہ جہان" ایسا کام کر لیتے ہیں جو ان کی عظمت کے منافی اور ان کی جلالتِ شان کے نامناسب ہوتا ہے۔ اگرچہ فی نفسہٖ وہ کام بُرا نہیں ہوتا لیکن پھر بھی فوراً تنبیہ آ جاتی ہے۔

۳۔ بعض اوقات ترکِ اولیٰ کا ارتکاب ہو جاتا ہے جس کا "عصمت" کے منافی نہ ہونا محتاجِ بیان نہیں۔ باوجود اس کے، اس ارتکاب پر خطاب باعتاب بوجہ ان کے علو درجات ہوتا ہے۔

۴۔ خطا اجتہادی بھی گناہ نہیں کیونکہ اجتہاد سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ انسان حکم خدا کی نافرمانی سے بچنے کے لئے اپنے "جوہرِ عقل" کو صرف کرے لیکن اگر اس اجتہاد میں غلطی لگ گئی تو ظاہر ہے کہ یہ کام اس کی طاقت سے باہر ہے۔ انسان کا فریضہ یہ ہے کہ حتی المقدور غلطی سے بچنے کی کوشش کرے۔ بالکل غلطی سے محفوظ رہنا تو انسانی طاقت سے ماوراء الورا

ہے، صرف کوشش کرنا لازمی ہے۔ جو مجتہد نے بقدرِ طاقت کر دی۔ اس لئے عام انسانوں کے لئے یہ قانون ہے۔

جب حاکم کوئی فیصلہ کرتے وقت اجتہاد کرتا ہے تو اس کی دو صورتیں ہی ممکن ہیں۔ اگر یہ درست ہے تو اسے دو اجر ملیں گے اور اگر درست نہیں تو اس کی کوشش رائیگاں نہیں جائیگی اس کو ایک اجر ضرور ملے گا۔ لیکن حضرات انبیاء کرام چونکہ مجسمۂ طہارت اور پیکرِ نزاہت ہوتے ہیں، اس لئے ان کی اجتہادی غلطی پر بھی گرفت کی جاتی ہے، تاہم یہ ان کے "دامنِ عصمت" کو داغدار نہیں کر سکتی۔

۵۔ علمِ اخلاق میں یہ ایک مسلّمہ اصول ہے کہ "دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز" بنا بریں بعض اوقات کسی کام میں مصلحت کے پیشِ نظر سچ کہنے سے گریز کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے مواقع پر جھوٹ بولنا منافی عصمت نہیں۔ بلکہ بعض مواقع تو ایسے آتے ہیں کہ وہاں جھوٹ بولنا واجب ہو جاتا ہے۔ اگر وہاں راست بازی ہی اختیار کی جائے تو گناہ ہے۔ نیز عام لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ "کسی معاملہ کا اخفاء جھوٹ ہے اور اس کا اظہار سچ"، یہ بالکل غلط اور باطل خیال ہے۔

۶۔ تقدیم و تاخیر گناہ نہیں، اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ ایک کام جو پہلے کرنے کے قابل تھا، اس کو بعد میں کیا اور جو بعد میں کرنا تھا اس کو پہلے کر دیا۔ اس کی آسان صورت یوں سمجھئے کہ ایک شخص کو ایک ہی وقت میں دو ایسے کام آپڑے ہیں کہ دونوں کا کرنا اسے لازم ہے، یقیناً وہ ایک پہلے کرے گا اور دوسرا بعد میں، کیونکہ ایک وقت میں دو مفوضہ کام نہیں ہو سکتے۔ اب اس تقدیم و تاخیر میں اگر اس نے مصلحت بینی کو مدّنظر رکھا اور طاقت صرف کی لیکن باوجود اس کے اس سے سہو و خطا ہو گئی تو وجوہ بالا کی بنا پر وہ قابلِ معافی ہے اور لائقِ تعزیر نہیں۔ اس کام کے انجام دینے میں بھی وہ مطیع ہوگا نہ کہ عاصی و گنہگار!

۷۔ بعض اوقات اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء علیہم السلام سے ایسے افعال سرزد ہونے کی وجہ سے خفگی اور غصہ کا اظہار بھی کیا، اس کے بعد دھمکی آمیز خطاب سے ان کو متنبہ کر دیا جیسا کہ ابن ام مکتوم کے قصے سے واضح ہے۔

اور کبھی کبھی ایسے امور پر حضرات انبیاء علیہم السلام کو مصائب و آلام کا سامنا بھی کرنا

پڑتا ہے جیسے حضرت آدمؑ اور حضرت یونسؑ کا قصہ اس کی واضح دلیل ہے۔

لیکن باقی انسان اس قاعدہ وکلیہ سے مستثنیٰ اور جدا ہیں کیونکہ ہم عام انسانوں سے سہواً ... اور بلا ارادہ کوئی ایسا کام سرزد ہو جائے جو اللہ کی رضا کے خلاف ہو تو ہمیں کسی قسم کا مؤاخذہ نہیں ہوتا اور اگر رضا جوئی کے لئے قصداً کوئی ایسا کام کریں جو مالک الملک کی منشا کے خلاف ہو اور ہم اسے صحیح سمجھ کر کریں تو سزا یا عتاب آمیز خطاب کے بجائے ہم عند اللہ ماجور ہوتے ہیں (قالہ العلامہ ابن حزمؒ)

ان تمام مباحث کا خلاصہ یہ ہے کہ گناہ عمداً خلاف شرع کرنے کو کہتے ہیں اور معصیتؑ بصورت[۱] قصد الی الخیر، خطا اجتہادی[۲]، سہو ونسیان[۳]، ترک اولیٰ[۴]، دروغ مصلحت[۵] آمیز تقدیم[۶] وتاخیر طبعی اور فطری کمزوری[۷] گناہ نہیں اور کسی نبی سے اس کی تمام عمر میں اگر کوئی لغزش ہوتی ہے تو وہ انہی امور مذکورہ کی جنس سے ہے۔

خطا اجتہادی اور سہو ونسیان اس لئے گناہ نہیں کہ ان میں مخالفت شرع کا قصد نہیں، طبعی اور فطری کمزوری میں انسان مجبور محض ہے اور دروغ مصلحت آمیز، ترک اولیٰ تقدیم وتاخیر اور قصد الی الخیر میں مخالفت شرع نہیں پائی جاتی۔